۴۳واں باب

نبوت کا پانچواں سال (جاری)

اہلِ ایمان کا حبشہ کی جانب اللہ کی خاطر ترکِ وطن

ہجرتِ حبشہ اولیٰ

۴۳واں باب

اہلِ ایمان کا حبشہ کی جانب اللہ کی خاطر ترکِ وطن

ہجرتِ حبشہ اولیٰ

سنہ پانچ نبوی کا نصف گزرنے پر کارواں کہاں کھڑا ہے؟

اہلِ ایمان پر جو ظلم کے پہاڑ توڑے گئے اُن کا تذکرہ ہم پچھلی جلد کے ۲۲ویں، ۲۸ویں اور ۳۰ ویں ابواب میں بالترتیب غلاموں، معززین اور خود نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لیے اُن زیادتیوں کی مختصر تفصیل کے ساتھ کر چکے ہیں۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رفتہ رفتہ تمام غلاموں کو خرید کر آزاد کروا دیا جس کے نتیجے میں اُن پر کسی کا زور نہیں رہا، یوں وہ ظلم کی چکی سے نکل گئے، اس کی تفصیل دوسری جلد کے بائیسویں باب میں سُوْرَۃُ الَّیل کے تذکرے کے ساتھ آ گئی ہے۔ معززین قریش کو خود اُن کے قبیلوں نے جتنا کہنا سننا تھا اور کبھی کبھار تشدد بھی اور ہلکا پھلکا مقاطعہ بھی کرنا تھا وہ کر کے دیکھ لیا، وہ ہمت ہار بیٹھے کہ اس طریقے سے محمدؐ کی دعوت کو نہیں دبایا جا سکتا۔ بار بار وہ یہ سوچتے تھے کہ کوئی دلیل ایسی مل جائے کہ محمدؐ اور اُن کے ساتھیوں کو دلیل کے میدان میں مات دی جا سکے۔ اِسٹریٹیجی کی اس تبدیلی کے نتیجے میں تشدد میں کچھ کمی آ گئی اور ہر روز نئے اعتراضات اور سوالات سوچے جانے لگے، قریب کی بستیوں سے نصاریٰ اور خاص طور پر یہود سے مل کر محمدؐ کو علم اور دلیل کے میدان میں نیچا دکھانے کی کوششیں عروج پر پہنچ گئیں۔ یہ حرکت پیہم چھٹے سال سے مکی زندگی کے اختتام تک جاری رہ، چناں چہ اس دوران نازل ہونے والی آیات میں یہ مباحثہ اور مناظرہ دیکھا جا سکتا ہے، جس کا آخری منظر ۱۴ویں سالِ نبوت میں نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مدینے کی جانب ہجرت سے مہینہ دو مہینے قبل سورہ یوسف میں نظر آتا ہے۔ جاہلیت کے مارے عقل اور رسومات کے پجاری انسانوں میں قلوب کی ایک ہی جیسی نفسیات رہی ہیں محمد عربی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی آمد سے پانچ ہزار سال پہلے بھی اور آج بھی اُن کے قلوب ویسے ہی ہیں اور آج سے پانچ ہزار برس بعد بھی اگر کائنات باقی رہی تو ویسے ہی رہیں گے۔ قرآن نے بار بار اُن کو یاد دلایا کہ تم سے پہلے بھی منکرینِ حق اسی طرح کے فضول

اعتراضات کرتے رہے ہیں،ایک ایک اعتراض کا جواب جبریلِ امینؑ لے کر آتے رہے اور قیامت تک کے لیے اللہ کے آخری رسول ﷺ اللہ کی نازل کردہ کتاب قرآن اپنے پیچھے چھوڑ گئے ہیں تاکہ جاہلی افکار و فلسفے سے نبٹا جاسکے۔

ہجرت کس لیے؟

اوپر کی گفتگو سے یہ نہ سمجھا جائے کہ ظلم وستم بالکل ختم ہوگیا تھا بلکہ یہ جانا جائے کہ باطل کی اسٹریٹیجی میں حق کو نیچا دکھانے کے لیے ظلم وستم اب بنیادی ہتھیار نہیں تھا،اہلِ ایمان کی استقامت اور غلاموں کی آزادی نے اس ہتھیار کو بڑی حد تک کند کردیا تھا۔ ظلم وستم سے ماسوا اہلِ حق اور مشرکین کے درمیان ایک معاشرتی سطح پر تعلقات میں فرق آگیا تھا،اہلِ ایمان کی اقلیت کو نچلے درجے کے شہری Third class citizens سمجھا جارہا تھا،ان کے ساتھ شادی بیاہ کے تعلقات قائم نہیں ہورہے تھے اور معاشی تعاون بھی معدوم ہورہا تھامزید یہ بھی کہ اہلِ ایمان یہ محسوس کررہے تھے کہ حق کی خاطر مکّہ کے تلوں سے جتنا تیل نکلنا تھا وہ نکل چکا ہے۔ ظلم و ستم سے بچنے کے لیے،معاشرے میں ایک رسوا اقلیت کی حیثیت کی زندگی کو خیر باد کہنے کے لیے اور نئی آبادیوں میں خیر کی دعوت پہنچانے کے لیے ضروری تھا کہ یہاں سے نکل جایا جائے۔ چناں چہ جو لوگ خودداری کے ساتھ اپنے معاشرتی حقوق اور اعزاز کا دفاع کرنا چاہتے تھے اور جو نکل جانے کی استطاعت رکھتے تھے اور جو دینِ حق کو اب نئی سرحدوں تک پہنچانے کے لیے بے تاب تھے وہ نبی ﷺ سے اجازت پانے کے بعد مکّہ سے باہر نکلنے کے لیے آمادہ ہوگئے، غور کی بات یہ ہے کہ جو اسلام کی خاطر سب سے زیادہ ستائے گئے تھے،اُن مظلوم موالی (آزاد شدہ غلاموں) میں سے ہجرت کے لیے کوئی نہیں نکلا،اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ جسمانی عذاب سے تنگ آکر نکلنا ہجرت کا اصل محرک نہیں تھا،اوپر کی سطور میں نکلنے والوں کی جو خصوصیات اور ضرورتیں بیان کی گئیں وہ ظلم سہنے والوں پر فٹ نہیں آتی تھیں اور ظلم کو سہتے ہوئے اُنھیں نبی ﷺ کے ساتھ رہنا زیادہ عزیز تھا۔

سابقہ ٦ ماہ میں قرآن کی جانب سے ہجرت کے لیے اشارے اور پھر حکم

اس سال تواتر سے پے بہ پے مختلف سورتوں میں قرآن کی جو آیات اہلِ ایمان کو ہجرت کا اشارہ

کرتی رہیں، اس کتاب میں وہ آپ مطالعہ کرتے ہوئے یہاں تک پہنچے ہیں، مناسب ہے کہ اس سال کے دوران آنے والے اِن تمام اشاروں کو یکجا آپ کے سامنے لایا جائے

۵۳: سُوْرَۃُ الْکَھْف [۱۸] وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗٓا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا﴿۱۶﴾ اب جبکہ تم ان سے اور ان کے معبودانِ غیر اللہ سے بے تعلق ہو چکے ہو تو چلو اب فلاں غار میں چل کر پناہ لو۔ تمہارا ربّ تم پر اپنی رحمت کا دامن وسیع کرے گا اور تمہارے کام کے لیے سر و سامان مہیّا کر دے گا۔''

نبی کریم ﷺ کی سیرتِ طیبہ اور آپؐ کی جدوجہد کی داستان کو نازل ہوتے ہوئے قرآنی اجزا کے تناظر میں دیکھنے والوں کے لیے یہ بات بڑی فکر انگیز ہے کہ مؤمنین کو ترغیب دی جا رہی ہے کہ غار والوں کی طرح جاہلی معاشرے کو خیر باد کہا جائے اور کوئی دوسری جائے پناہ تلاش کرنے کے لیے اللہ پر بھروسہ کیا جائے اور اللہ کی مدد کا انتظار کیا جائے۔ عقلِ انسانی پر استوار چند روزہ دنیا کی کامیابیوں اور کامرانیوں کو زندگی کی منزل قرار دینے والا جاہلی معاشرہ، اسلامی تہذیب و تمدن سے بالکل مختلف ہے، اسلامی فکر، الوہی اور الہامی ہدایت کے تابع ہو کر عقل کو استعمال کرتی ہے اور آخرت کی کامیابیوں کو اصل ہدف قرار دیتی ہے۔ یہی بات غار والوں کے قصّے کے بعد باغ والوں کے قصّے سے سامنے آتی ہے۔

سورۃ کے ان مذکورہ پیغامات اور اشاروں پر غور کیا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ قرآن کس طرح اہلِ ایمان کی تحریک وجدوجہد میں رہنمائی کر رہا تھا، یہ بات آنے والے دنوں میں واضح سے واضح تر ہوتی چلی جائے گی جب ہم دیکھیں گے کہ آنے والے مہینوں میں جبریلِ امینؑ ایک کے بعد ایک سورۃ مریم، طٰهٰ، زُمر اور عنکبوت لے کر آئیں گے اور ہر ایک سے یہی ایک پیغام اُبھرے گا کہ اللہ کی زمین وسیع ہے، حرمِ کعبہ جیسی نعمت کو اپنی آغوش میں رکھنے والے اپنے شہر کو جو قبولِ حق کے لیے ناسازگار ہو رہا ہے، اللہ کی راہ میں قربان کر دو اور اللہ کے دین کی آزادانہ اطاعت اور اُس کی تبلیغ و اشاعت کے لیے کوئی اور سرزمین تلاش کر لو۔

۵۴: سُوْرَۃُ مَرْیَم [۱۹] قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا﴿۴۷﴾ وَاَعْتَزِلُكُمْ

وَمَا تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ وَاَدۡعُوۡا رَبِّیۡ ۖ عَسٰۤی اَلَّاۤ اَكُوۡنَ بِدُعَآءِ رَبِّیۡ شَقِیًّا ﴿۴۸﴾ ابراہیمؑ نے کہا: ''سلام ہے آپ کو۔ میں اپنے ربّ سے دُعا کروں گا کہ آپ کو معاف کردے، میرا ربّ مجھ پر بڑا مہربان ہے۔ میں آپ لوگوں کو بھی چھوڑتا ہوں اور اُن ہستیوں کو بھی جنہیں آپ لوگ خدا کو چھوڑ کر پکارا کرتے ہیں۔ میں تو اپنے ربّ ہی کو پکاروں گا، اُمید ہے کہ میں اپنے ربّ کو پکار کے نامراد نہ رہوں گا۔''

۵۵: سُوۡرَۃُ طٰهٰ [۲۰] وَلَقَدۡ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰی مُوۡسٰۤی ۙ اَنۡ اَسۡرِ بِعِبَادِیۡ فَاضۡرِبۡ لَهُمۡ طَرِیۡقًا فِی الۡبَحۡرِ یَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخۡشٰی ﴿۷۷﴾ ہم نے موسیٰؑ کو وحی کے ذریعے حکم دیا کہ اب راتوں رات میرے بندوں کو لے کر نکل جاؤ، اور اپنا عصا سمندر پر مارو، اس طرح اُن کے لیے سمندر میں خشک راستہ بنالو، تجھے کسی پیچھا کرنے والے کا کوئی ڈر اور خوف نہ ہوگا۔

یہاں اہلِ ایمان کے لیے ایک لطیف سمجھنے کی بات ہے کہ ایمان کبھی ٹھنڈے پیٹوں برداشت نہیں کیا جاتا، اس راہ میں ہجرت ایک سنگِ میل ہے۔

۵۸: سُوۡرَۃُ الۡعَنۡکَبُوۡت [۲۹] یٰعِبَادِیَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنَّ اَرۡضِیۡ وَاسِعَةٌ فَاِیَّایَ فَاعۡبُدُوۡنِ ﴿۵۶﴾ كُلُّ نَفۡسٍ ذَآئِقَةُ الۡمَوۡتِ ۟ ثُمَّ اِلَیۡنَا تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۵۷﴾ اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو، میری زمین وسیع ہے، پس تم میری ہی بندگی بجالاؤ۔ ہر متنفس کو موت کا مزا چکھنا ہے، پھر تم سب ہماری طرف ہی پلٹا کر لائے جاؤ گے۔ اور آگے فرمایا گیا.................. الَّذِیۡنَ صَبَرُوۡا وَعَلٰی رَبِّهِمۡ یَتَوَكَّلُوۡنَ ﴿۵۹﴾ وَكَاَیِّنۡ مِّنۡ دَآبَّةٍ لَّا تَحۡمِلُ رِزۡقَهَا ۖ اللّٰهُ یَرۡزُقُهَا وَاِیَّاكُمۡ ۚ وَهُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۶۰﴾ ان لوگوں کے لیے جنہوں نے صبر کیا ہے اور جو اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ کتنے ہی جانور ہیں جو اپنا رزق اُٹھائے نہیں پھرتے، اللہ ان کو رزق دیتا ہے اور تمہارا رازق بھی وہی ہے، وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔

یہاں صاف حکم دیا جارہا ہے کہ بندگی بجالانے کے لیے جس میں سارے معبودانِ باطل سے خلع حاصل کر کے الٰہ واحد کی عبادت کے ساتھ اعلائے کلمۃ اللہ بھی شامل ہے، اللہ کی وسیع زمین میں نکل جاؤ۔ یہ آیت مقصدِ ہجرت کو وضاحت سے بیان کرتی ہے۔ آگے دیکھیے تھوڑے ہی دنوں، یا ایک دو ہفتوں بعد ہی روح الامین کیا پیغام لے کر آگئے۔

۵۹: سُوۡرَۃُ الزُّمَر [۳۹] قُلۡ یٰعِبَادِ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوۡا رَبَّكُمۡ ؕ لِلَّذِیۡنَ اَحۡسَنُوۡا فِیۡ هٰذِهِ الدُّنۡیَا

حَسَنَةٌ ؕ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ؕ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۱۰﴾ اے نبیؐ کہو اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو، اپنے رب سے ڈرو۔ جن لوگوں نے اس دنیا میں نیک رویہ اختیار کیا ہے ان کے لیے بھلائی ہے۔ اور اللہ کی زمین وسیع ہے، صبر کرنے والوں کو تو ان کا اجر بے حساب دیا جائے گا۔ اور آگے فرمایا گیا: قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ﴿۱۱﴾ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۲﴾ قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۳﴾

بات صاف ہو گئی، سوال یہ تھا کہ کون ہے جو اس اقدام میں پہل کرے گا؟ ان حالات میں رجب ۵ نبوی میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ لو خرجتم إلى أرض الحبشة فإن بها ملكا لا يظلم عنده أحد، وهي أرض صدق، حتى يجعل الله لكم فرجا مما أنتم فيه یعنی: اگر تم لوگ نکل کر حبش چلے جاؤ تو بہتر ہو گا کیوں کہ وہاں ایک بادشاہ ہے جس کے ہاں کسی پر ظلم نہیں ہوتا اور وہ عافیت اور خیر کی جگہ ہے۔ جب تک اللہ تمھاری پریشانی کو دور کرنے کی کوئی راہ نکالے تم لوگ وہیں رہتے رہو۔"

ہجرت کے لیے پاکیزہ اور جان باز نفوس اور میرِ کارواں کا انتخاب

بارگاہِ نبوت ﷺ سے اللہ رب العالمین کے اس ارشاد کی بنا پر اہلِ ایمان میں سے گیارہ مردوں کو حبشہ کی جانب ہجرت کر جانے کی اجازت ملتی ہے، اِن میں سے پانچ کے ساتھ اُن کی بیویاں بھی ہیں۔ اِن حضرات و خواتین نے اللہ کی خاطر مکّہ کو خیر باد کہا اور حبشہ کی جانب ہجرت کی۔ میں یہ گمان کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں کہ ان لوگوں نے اپنی مرضی سے یہ اقدام اپنے طور پر کیا ہو گا کیوں کہ اہلِ ایمان ایک انتہائی منظم گروہ تھے، روایات کی کچھ کڑیاں ہمارے سامنے نہیں ہیں۔ ضرور ایسا ہوا ہو گا کہ اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے اور اور اس کشمکش میں ایک نیا محاذ کھولنے کے لیے جب قرآن نے طلب کیا تھا تو سب ہی نے لبیک کہہ کر اپنے آپ کو پیش کر دیا ہو گا اور پھر ذاتِ گرامی ﷺ نے خود یا آپ کی جانب سے جسے حکم ملا ہو گا اُس نے ان افراد کو اس مہم کے لیے چنا ہو گا۔ انتخاب دیکھیے کہ اس صبر آزما ترکِ وطن کی کڑی مہم میں آپ کی بیٹی اور داماد بھی اس مہم میں شریک ہیں۔ دیکھیے پہل کرنے والے نے، پیٹ پر پہلے پتھر باندھنے والے نے، پہلے کسی اور کے بیٹوں اور دامادوں کو نہیں اپنے داماد اور بیٹی کو داؤ پر لگایا! سلام اُس ؐ پر درود اُس ؐ پر، سلام اُس ؐ پر درود اُس ؐ پر!

آپ کے داماد عثمان بن عفانؓ اُس مبارک قافلے کے امیر تھے رسول اللہ ﷺ نے ان کے اور اُن کی بیوی کے بارے میں فرمایا کہ ابراہیم اور لوط علیہما السلام کے بعد یہ پہلا خاندان ہے جس نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی ہے، یقیناً باقی چار خاندانوں سے جو اس ہجرت میں شامل تھے اِن کو گھر سے باہر نکلنے میں یا ہجرت کا ارادہ کرنے میں سبقت حاصل رہی ہو گی۔

یہ لوگ رات کی تاریکی میں خاموشی سے نکل کر ایک نئی طے شدہ منزل کی طرف چل پڑے۔ خاموشی سے اس لیے نکلے کہ قریش کو فوری طور پر نہ معلوم ہو سکے اور وہ اس معاملے میں کوئی رکاوٹ نہ ڈالنے پائیں۔ رُخ بحر احمر کی بندرگاہ شُعیبَہ کی جانب تھا۔ اللہ کی مدد سے سے وہاں دو تجارتی کشتیاں موجود تھیں، جو انہیں ایک طے شدہ کرائے پر لے کر سمندر پار حبشہ کی جانب روانہ ہو گئیں۔ قریش کو جب بعد میں ان کے نکل جانے کی اطلاع ملی تو ہاتھ ملتے رہ گئے۔ تاہم انہوں نے بھاگم بھاگ پیچھا کیا اور ساحلِ سمندر تک پہنچے لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آگے جا چکے تھے، اس لیے اپنا سا منہ لیے واپس لوٹ آئے۔ مسلمانوں نے حبشہ پہنچ کر بڑا اطمینان محسوس کیا، رہائش بھی آرام سے مل گئی، دین اسلام پر عمل کرنے اور قرآن پڑھنے پر کوئی پابندی نہیں تھی، اور کیا چاہیے تھا؟؟

شیطان سر پیٹتا رہ گیا

قریش کے لوگوں نے ساحل تک ان کا پیچھا کیا، مگر خوش قسمتی سے بندرگاہ پہنچتے ہی حبش کے لیے روانگی کو تیار ایک کشتی ان مبارک ہستیوں کو مل گئی اور وہ قریش کی دسترس دور نکل گئے، تاریخ میں ایک نیا باب لکھنے کے لیے!

مہاجرین کے اسمائے گرامی

اگلے صفحے پر آپ اُن تمام سولہ مبارک ہستیوں کے نام ملاحظہ فرمایئے جنھیں رسولِ کریم ﷺ کی قیادت میں جاری تحریک کے دوران قریش کے دائرہ اختیار (مکّہ) سے باہر جانے کا اذن ملا۔ یہ پناہ گزینوں کا ایک گروہ نہیں تھا، یہ معززین شہر پر مشتمل ایک انقلابی تحریک کا وفد بھی تھا۔ (foregin mission)، یہ مبارک گروہ اسلام کے سفیروں پر مشتمل تھا۔ اِن کل سولہ افراد میں سے دس (۶۲ فی صد) مرد و خواتین وہ تھے جو نبی ﷺ کی دعوت پر پہلے سال میں ایمان لائے تھے۔

جدول ۴۳-۷ ہجرتِ حبشہ اولیٰ کی مہم میں شامل مختلف قبائل سے مہاجرین کے اسمائے گرامی

	مرد		ہجرت کرنے والے صحابہؓ اور اُن کی بیویوں کے نام جنھوں نے ساتھ ہجرت کی	قبیلے کا نام
	1	*	زبیر بن العوامؓ (خدیجہؓ کے بھتیجے)	بنی اسد
☆☆	2	*	عثمان بن عفانؓ اور ان کی زوجہ بنتِ رسول اللہ	بنی امیہ
	3	*	عثمانؓ بن مظعون	بنی جمح
	4	*	عبدالرحمن بن عوفؓ	بنی زہرہ
☆☆	5		ابو سبرہؓ بن ابی رھم (نبی ﷺ کی پھوپھی کے بیٹے) ان کی بیوی ام کلثومؓ بنت سہیل بن عمرو (ابو جندل کی بہن)	بنی عامر بن لوی
	6		حاطبؓ بن عمرو	بنی عامر بن لوی
	7		مصعبؓ بن عمیر	بنی عبدالدار
☆☆	8		ابو حذیفہؓ بن عتبہ بن ربیعہ اور ان کی زوجہ سہلہؓ بنت سہیل بن عمرو	بنی عبد شمس
☆☆	9		عامرؓ بن ربیعہ العنزی اور ان کی بیوی لیلیٰؓ بنت ابی حثمہ	بنی عدی
	10		سہیلؓ بن بیضا	بنی فہر بن مالک
☆☆	11	*	ابو سلمہؓ عبداللہ بن عبدالاسد (رسول اللہ ﷺ کے پھوپھی زاد اور رضائی بھائی-ام المومنین ام سلمہ کے پہلے شوہر تھے) ان کی زوجہ ام سلمہؓ (یہ اور ان کے شوہر ابو سلمہ ابو جہل کے قریبی رشتہ دار تھے)	بنی مخزوم

* پہلے سال نبوی میں ایمان لانے والے۔

☆☆ جن کے ساتھ اُن کی بیویاں بھی گئیں، کل پانچ خواتین۔

سولہ افراد میں سے دس مرد وخواتین (۶۲ فی صد) شادی شدہ تھے اسی طرح ان گیارہ مردوں میں سے تین وہ پسندیدہ و چنیدہ تھے جنھیں زندگی ہی میں جنتی ہونے کی بشارت ملی، تاریخِ اسلام میں جن کو عشرہ مبشرہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔

ہجرت میں کن خطرات کو مول لیا گیا

حبشہ، مکّہ کی مانند بے آب و گیاہ نہیں تھا، اور ایک باقاعدہ حکومت کے ساتھ معاشرتی نظام کے تحت تھا، ہر لحاظ سے پرامن اور ترقی یافتہ خطہ تھا۔ مشہور مصری مسلم مورخ حسین ہیکل اپنی کتاب میں یہ سوال اُٹھاتے ہیں کہ کیا اس بات کا خطرہ نہیں تھا کہ یہ اصحاب اُن کی معاشی، معاشرتی اور علمی ترقی سے مرعوب ہوتے اور اسلام چھوڑ کر عیسائی ہو جاتے؟ جس طرح ہمارے مسلم ممالک کے اچھے اچھے مسلم دانش ور، مغرب میں ایک طویل عرصے قیام کے بعد مغرب سے ایک اُنس محسوس کرنے لگتے ہیں اور بعض تو اپنا دین اور ایمان سب کچھ ہی کھو دیتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مہاجرین حبشہ کے ساتھ ایسا کوئی قابلِ ذکر حادثہ نہیں ہوا، اس کی وجہ اس کے سوا کچھ نہ تھی کہ قرآن نے اور صاحبِ قرآن ﷺ نے اُن کی تربیت اس انداز سے اور اتنی پائے دار کر دی تھی کہ اب دنیا اُنہیں اپنی طرف نہیں کھینچ سکتی تھی۔ موجودہ دور میں بھی احیائے اسلام کے لیے اُٹھنے والی تحریکات کو اپنے رفقا اور کارکنان کو قرآن کا وہ شعور اور اللہ کی کبریائی کا وہ یقین عطا کرنا چاہیے کہ دنیا کا کوئی لالچ اور شہروں کی چکاچوند اُنہیں متاثر نہ کرسکے اور اُن کی نظریں آخرت پر جمی رہیں۔

مہاجرین کو حبشہ سے واپس لانے کے لیے قریش کا پہلا وفد

قریش نے مسلمانوں کے اس طرح چلے جانے اور سکون سے حبش میں قیام نے بے چین کر دیا۔ یہ سولہ افراد بنو ہاشم کے نہیں تھے، بنو ہاشم کی تو صرف رقیہ رضی اللہ عنہا تھیں، یہ باقی پندرہ مرد و خواتین تیرہ مختلف قبائل سے تعلق رکھتے تھے، ہر ہر قبیلے میں ایک درد کی اور غصے کی لہر اُٹھی تھی، کسی کا بھائی گیا تھا تو کسی کی بہن، کسی کا بیٹا گیا تو کسی کا داماد، کسی کی بیٹی چلی گئ تو کسی کی بہو۔ یہ کوئی معمولی واقعہ نہ تھا، اس واقعے نے لوگوں کے ذہنوں کو جھنجوڑا کہ ہم نے اُن پر کیا ایسی زندگی اُن کے

اپنے ہی وطن میں حرام کر دی تھی کہ وہ اپنا شہر ہی چھوڑ گئے، احساس کی لہریں تھیں جنھیں ابلیس لعین دیر تک نہیں دبا سکا، کچھ سال اور لگے اور ایک دن آیا کہ سارا مکّہ، سارے قبائل ایمان لے آئے، یہ تو کئی سال بعد کی بات ہے، فوری طور پر قریش چاہتے تھے کہ یہ لوگ واپس آجائیں، تاکہ اِن کے سروں سے بدنامی کا یہ داغ مٹے کہ وہ اپنے ہی درمیان نیک اور شریف لوگوں کو ستاتے ہیں۔ وہ اس لیے بھی خوف زدہ تھے کہ مکّہ سے باہر اگر مسلمانوں کو کوئی جائے پناہ مل گئی تو کل کلاں یہ اپنی جمیعت مستحکم کر کے مکّہ پر چڑھائی کر دیں گے۔

قریش کا کیا اخلاقی استحقاق بنتا تھا کہ وہ شاہِ نجاشی سے نبی ﷺ کے متبعین مہاجرین کی واپسی کا مطالبہ کرتے، وہ کوئی غلام تھے کہ بھاگ کر آگئے تھے؟ وہ اُن کا مال چرا کر بھاگے تھے یا وہ کسی اور نوع کے زیرِ حراست مجرم تھے جو فرار ہو گئے تھے؟ یہ سوالات نوشتہ دیوار تھے۔ اس واقعے پر تبصرہ کرتے ہوئے صاحبِ تفہیم القرآن لکھتے ہیں:

" اس ہجرت سے مکے کے گھر گھر میں کہرام مچ گیا، کیونکہ قریش کے بڑے اور چھوٹے خاندانوں میں سے کوئی ایسا نہ تھا جس کے چشم وچراغ ان مہاجرین میں شامل نہ ہوں.......... ابو جہل کے بھائی سلمہ بن ہشام، اس کے چچازاد بھائی ہشام بن ابی حذیفہ اور عیاش بن ابی ربیعہ اور اس کی چچازاد بہن حضرت ام سلمہ، ابو سفیان کی بیٹی ام حبیبہ۔ عتبہ کے بیٹے اور ہند جگر خوار کے سگے بھائی ابو حذیفہ۔ سہل بن عمرو کی بیٹی سَہلہ اور اسی طرح دوسرے سردار قریش اور مشہور دشمنان اسلام کے اپنے جگر گوشے دین کی خاطر گھر بار چھوڑ کر نکل کھڑے ہوئے تھے۔ اسی لیے کوئی گھر نہ تھا جو اس واقعہ سے متاثر نہ ہوا ہو۔ بعض لوگ اس کی وجہ سے اسلام دشمنی میں پہلے سے زیادہ سخت ہو گئے۔ اور بعض کے دلوں پر اس کا اثر ایسا ہوا کہ آخر کار وہ مسلمان ہو کر رہے۔" (تفہیم القرآن جلد سوم صفحہ ۵۳)

قریش نے عمر بن العاص اور عمار بن ولید کو حبشہ بھیجا کہ وہ اِن لوگوں کو شاہِ حبش سے بات کر کے واپس لائیں۔ اہلِ حبش نے ان کی بات سننی تک گوارا نہ کی، نجاشی نے اِن کو دربار میں شرفِ بار یابی ہی نہیں بخشا کہ کچھ بات چیت ہو پاتی، تاریخ کے طالبِ علم کے دل میں ایک سوال کلبلاتا ہے کہ

کیا کوئی ایسا معاملہ تھا کہ نجاشی کے دل میں ان مسلمانوں اور رسول اللہ ﷺ کی محبت واہمیت تھی!

نجاشی کے نام رسول اللہ ﷺ کا پہلا خط

نبی ﷺ نے مختلف ممالک کے سلاطین / سربراہانِ حکومت کو اسلام کی دعوت کو قبول کرنے کے لیے خطوط لکھے تھے۔ یہ بات محقق ہے کہ حبش کے سربراہ کو آپ ﷺ نے دو خطوط لکھے ہیں پہلا خط ہجرتِ حبشہ اولیٰ یا ثانیہ کے موقع پر مہاجرین کے ہم راہ بھیجا ہے جس کا بنیادی مدعا یہ ہے کہ ان مہاجرین کا اکرام کیا جائے اور انہیں پناہ مہیا کی جائے۔ ایک روایت کے مطابق یہ خط جعفر رضی اللہ عنہ کے ہم راہ بھیجا، اگر ایسا ہی ہے تو پھر یہ معاملہ تو ہجرتِ ثانیہ ہی کا ہو سکتا ہے کہ جعفر رضی اللہ عنہ کو تو ہجرتِ اولیٰ میں شرکت کا موقع نہیں ملا، قرینِ قیاس تو یہ ہے کہ کسی بھی وجہ سے آپ ﷺ اس پوزیشن میں تھے کہ (یعنی آپ کی جان پہچان یا تعلقات یا اُس پر احسان کا کوئی معاملہ یا دینِ اسلام کی طرف اُس کی پوشیدہ رغبت) آپ ﷺ نجاشی کو براہِ راست خط لکھ سکیں تو یہ معاملہ پہلی ہجرت کے وفد کے ساتھ ملحق ہونا چاہیے تھا، جب مہاجرین امن وامان سے وہاں بس گئے اور قریش کی سفارت اِن مہاجرین کو واپس لانے میں ناکام ہو گئی تو پھر دوسری ہجرت کے موقع پر تو آپ ﷺ کی جانب سے ممنونیت اور شاباشی کا اظہار ہونا چاہیے تھا نہ کہ مہاجرین کے ساتھ نیک سلوک کی خواہش! ہم نبی ﷺ کی سیرت کے اس پہلو سے بہت اچھی طرح آگاہ ہیں کہ آپ کے ساتھ جس نے ذرا سی بھی نیکی کی تو آپ نے اُس کو تعریف یا تبشیر سے نوازا۔ ہم اس جگہ نجاشی کے نام خطوط کی بحث کو موخر کرتے ہیں غزوہ بدر کے بعد تک کے لیے جب آپ نے دوسرا خط شاہِ حبشہ کو اسلام قبول کرنے کے لیے لکھا۔

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حبشہ کے عیسائیوں کا ایک وفد

مسلمانوں کے حبشہ پہنچنے پر اُن کے حالات سن کر اور نبی ﷺ کی بعثت کا ذکر جان کر، اللہ کا ڈر اور خوف دل میں رکھنے والے عیسائیوں کے اذہان میں آپ ﷺ کی بابت سوالات ابھرنے لگے۔ چناں چہ وہاں سے ۲۰ کے قریب عیسائیوں کا ایک وفد آپ کے بارے میں براہِ راست خود معلومات حاصل کرنے کے کے لیے سفر کرکے مکّہ آیا اور رسول اللہ ﷺ سے مسجدِ حرام میں ملا۔ قریش کے بہت سے لوگ بھی یہ ماجرا دیکھ کر گرد و پیش کھڑے ہو گئے۔ وفد کے لوگوں نے نبی ﷺ سے

کچھ سوالات کیے جن کا آپؐ نے جواب دیا۔ پھر آپؐ نے ان کو اسلام کی طرف دعوت دی اور قرآن مجید کی آیات ان کے سامنے تلاوت کیں۔ قرآن سن کر ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور انہوں نے اس کے کلامُ اللہ ہونے کی تصدیق کی اور نبی ﷺ پر ایمان لے آئے۔ جب مجلس برخاست ہوئی اور وہ لوگ واپس روانہ ہوئے تو ابو جہل اور اس کے چند ساتھیوں نے ان لوگوں کو راستہ میں جالیا اور انہیں سخت ملامت کی کہ "تم لوگ بڑے نامراد ہو، تمہارے ہم مذہب لوگوں نے تم کو اس لیے بھیجا تھا کہ تم اِس شخص کے حالات کی تحقیق کرکے آؤ اور انہیں ٹھیک ٹھیک خبر دو، مگر تم ابھی اِس کے پاس بیٹھے ہی تھے کہ اپنا دین چھوڑ کر اس پر ایمان لے آئے۔ تم سے زیادہ احمق لوگ تو کبھی ہماری نظر سے نہیں گزرے"۔ اس پر انہوں نے جواب دیا کہ "سلام ہے بھائیو تم کو۔ ہم تمہارے ساتھ جہالت بازی نہیں کر سکتے۔ ہمیں ہمارے طریقے پر چلنے دو اور تم اپنے طریقے پر چلتے رہو۔ ہم اپنے آپ کو جان بوجھ کر بھلائی سے محروم نہیں رکھ سکتے" (سیرت ابن ہشام)۔

ابو بکر رضی اللہ عنہ کا حبشہ کی جانب ارادۂ ہجرت

ایک بہت مشہور و معروف روایت کے مطابق ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی حبشہ کی جانب ہجرت کرنے کے ارادے سے نکل کھڑے ہوئے تھے۔ راستے میں مکّہ کا ایک سردار ابن دغنہ انہیں ملا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ آپ بھی ہجرت کے ارادے سے نکلے ہیں تو بولا آپ ہجرت نہ کریں آپ صلہ رحمی کرتے ہیں نہایت صادق القول ہیں محتاجوں کی مدد کرتے ہیں اور بے کسوں اور مظلوموں کا دکھ دور کرتے ہیں۔ میں آپ کو پناہ دینا چاہتا ہوں آپ واپس مکّہ چلیے۔ چنانچہ وہ مکّہ آ گئے۔ ابن دغنہ نے اپنے وعدے کے مطابق کعبہ میں اعلان کر دیا کہ میں نے ابو بکرؓ کو پناہ دے دی ہے۔ قریش نے بھی اس پناہ کو قبول کر لیا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کے صحن میں ایک مسجد بنا رکھی تھی جہاں وہ نماز پڑھتے اور پرسوز لہجے میں قرآن مجید کی تلاوت فرماتے تھے۔ مشرکین کی عورتیں اور بچے تلاوت کی آواز سن کر ان کے گرد جمع ہو جاتے اور بڑے انہماک سے قرآن مجید سنتے رہتے تھے جب قریش نے یہ دیکھا تو انہیں خدشہ پیدا ہو گیا کہ کہیں ان کی عورتیں اور بچے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تلاوت سن کر اسلام کا اثر قبول نہ کر لیں۔ انہوں نے ابن دغنہ سے شکایت کی جس پر اس نے اپنی پناہ واپس لے لی اور

ابو بکر رضی اللہ عنہ پھر کفار کے غضب کا ہدف بن گئے۔

مصنف کا خیال ہے کہ اس واقعے کی کچھ کڑیاں تاریخ اور روایات میں جگہ نہیں پا سکی ہیں۔ اس روایت میں ہجرت پر جانے کے لیے ابو بکر رضی اللہ عنہ کا نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے مشاورت اور اجازت کا ذکر نہیں ہے ، ہمیں ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ساری زندگی میں اس طرح بغیر نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اجازت کے کسی بڑے اقدام کا کرنا ممکن ہی نظر نہیں آتا۔ وہ جواں مرد جس کے سامنے ایک ایک کرکے سارے ساتھی مدینہ ہجرت کر جائیں اور وہ اس انتظار میں رہے کہ کب نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہجرت کا ارادہ کریں گے اور وہ اُنؐ کے ساتھ اُن کا خادمِ خاص بن کر چلے گا، کیوں کر نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو چھوڑ کر حبشہ ہجرت کے لیے عازم ہو سکتا ہو۔ اس واقعے کی ایسی تاویل ضروری ہے جو آپؓ کی ساری زندگی کے طرزِ عمل سے مطابقت رکھتی ہو۔

من گھڑت واقعہ غرانیق کی حقیقت

ہجرتِ حبشہ کے دو ماہ بعد رمضان المبارک میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا، ہوا یوں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم حرم تشریف لائے، وہاں قریش کے بہت لوگ جمع تھے۔ ان میں قریش کے بڑے بڑے سردار بھی تھے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اچانک سورۂ نجم[۹۵] کی با آواز بلند تلاوت شروع کردی۔ وہاں جمع لوگوں کے کانوں نے دل کی گہرائیوں میں اترتا ایک دل سوز اور دل پذیر الوہی نغمہ سنا تو بس اُسی میں کھو گئے انہیں کچھ ہوش نہ رہا۔ اسی عالمِ مدہوشی میں جب اللہ کے رسول کے دہنِ مبارک سے قرآن کے یہ الفاظ ادا ہوئے کہ: فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا، یعنی "اللہ کے لیے سجدہ کرو اور اس کی عبادت کرو۔" اور پھر یہ آیت پڑھتے ہی انھوں نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو سجدہ فرماتے دیکھا تو سارے سننے والے بھی عالمِ بے خودی میں سجدے میں گر پڑے۔ نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی دعوت پر یہ اُن کے ضمیر کی گواہی تھی۔

بعد میں جب انہیں احساس ہوا کہ قرآن نے ان کے ضمیر کو کو زیر کرلیا تو پھر وہ اپنی پرانی نفس پرستی اور انانیت کی روش پر تیزی سے واپس پلٹ آئے۔ اس موقع پر حرم میں غیر موجود مشرکین

۹۵ یہ سورہ اپنے مقام پر ۴۸ویں باب 'بے خوفی کے ساتھ ڈنکے کی چوٹ پر حرم میں تلاوتِ قرآن' میں زیرِ بحث آئے گی۔

نے حرم میں موجود سجدے میں گر جانے والوں پر طعنہ زنی شروع کی تو انھوں نے اپنے آپ کو ملامت سے بچانے کے لیے رسول اللہ ﷺ پر یہ جھوٹ گھڑا کہ آپ نے اپنی تلاوت میں کفارِ مکّہ کے بتوں [لات، منات اور عزیٰ] کا ذکر عزت واحترام سے کرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ: تلك الغرانيق العلى، وان شفاعتهن لترتجى۔ یعنی "یہ بلند پایہ دیویاں ہیں اور ان کی شفاعت کی امید کی جاتی ہے۔ اپنی خفگی مٹانے کے لیے یہ ایک صریح جھوٹ پر مبنی من گھڑت بے ہودہ بات تھی۔ افسوس جسے ہمارے بہت سے لوگ بیان کرتے آئے ہیں۔ یہ جھوٹا من گھڑت واقعہ کتبِ تاریخ، احادیث اور تفاسیر میں واقعہ غرانیق کے نام سے اس طرح جگہ پا گیا کہ نعوذ باللہ یہ الفاظ شیطان نے آپ پر القا کر دیے یا آپ کی آواز میں آواز ملا کر مجمع کو سنا دیے، اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کی قرآن میں گرفت کی اور اس مقصد کے لیے ایسی آیات سے استدلال کیا جو اس واقعے کے سالہا سال بعد نازل ہوئیں گویا ثم نعوذ باللہ، اللہ تعالیٰ کو بھی وقت پر اس واقعے پر گرفت کرنے میں بھول ہو گئی، یہ ساری جھوٹ کی پوٹ شیطان نے روایتوں میں ملائی اور کثرتِ روایات دیکھ کر لوگ چکرا گئے۔ الحمدللہ ماضی قریب میں کم وبیش تمام مفسرین اور علمائے حدیث نے اس واقعے کی تنقیص کی ہے۔

ہجرتِ حبشہ اولیٰ کے مہاجرین کی مکّہ واپسی اور پناہ میں آنا

پورے مجمع کی بمع سردارانِ مشرکین کے سجدہ کرنے کی روایت چلتے چلتے حبشہ کے مہاجرین تک یوں پہنچی کہ قریش مسلمان ہو گئے ہیں، سارا مکّہ اسلام کے زیرِ نگیں آ گیا ہے۔ چناں چہ حبشہ میں مقیم مہاجر اگلے ماہ شوال میں اپنے وطن کی طرف واپسی کے سفر پر روانہ ہو گئے، مگر جب مکّہ سے ایک دن سے بھی کم مسافت کے فاصلے پر تھے تو اصل واقعہ معلوم ہوا، اب کیا کرتے؟ کچھ لوگ تو اُلٹے پاؤں حبشہ واپس پلٹ گئے اور کچھ لوگ چھپ چھپا کر یا قریش میں سے کسی کی پناہ لے کر مکے میں داخل ہوئے۔ واپس جانے والوں سے حبشہ کے امن وامان اور انصاف کے تذکرے سن کر ایک بڑی تعداد حبشہ ہجرت کے لیے آمادہ ہو گئی اور نبی ﷺ کے اذن سے دوسری مرتبہ پھر حبشہ کی جانب ہجرت ہوئی جسے ہجرتِ حبشہ ثانیہ کہتے ہیں، جس کی تفصیل ۱۵ ویں باب میں اِن شاءاللہ آ سکے گی۔

☆☆☆☆